بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

زیرِنظر شمارے میں ڈاکٹر محمد امجد تھانوی کا مضمون ''علماءِ دیوبند کی دینی خدمات'' بطورِ خاص شامل کیا گیا ہے کہ گزشتہ ماہ پشاور میں ''ڈیڑھ سو سالہ خدماتِ دارالعلوم دیوبند کانفرنس'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان اجتماع کا انعقاد ہوا، جس میں اندرون و بیرونِ ملک سے بلا مبالغہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس پاکستان میں علماءِ دیوبند کی ایک نمایاں شاخ ''جمعیت علماءِ اسلام (ف)'' کے زیر اہتمام منعقد ہوئی اور اس کے ذریعے پاکستان بالخصوص صوبہ سرحد و بلوچستان کی پختون بیلٹ میں علماءِ دیوبند کی اثر انگیزی کا ایک بین ثبوت فراہم ہوا۔ یہی وہ خطۂ زمین ہے جس میں واقع دیوبندی مدارس سے طالبانِ افغانستان نے دینی تعلیم کی تحصیل کی اور اب وہ پوری دنیا کی مخالفت مول لے کر افغانستان کی سرزمین پر اللہ کے دین کے قیام اور اس کی شریعت کے نفاذ کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ دیوبند کسی ایک دارالعلوم کا نہیں، تحریک کا نام ہے۔ کس کو خبر تھی کہ ڈیڑھ سو سال قبل ایک مسجد کے صحن میں انار کے ایک درخت کے سائے تلے ایک طالب علم اور ایک استاد سے شروع ہونے والا یہ چھوٹا سا دینی مدرسہ ایک عالمگیر تحریک کا نقطۂ آغاز بن جائے گا۔ ہمارے نزدیک دارالعلوم دیوبند کو اگر بارہویں صدی ہجری کے مجددِ اعظم شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی برپا کی ہوئی رجوع الی القرآن تحریک کا معنوی تسلسل اور ان کے انقلاب آفریں افکار کا وارث قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کی آبیاری میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی ہمہ جہت کاوشوں کو بلاشبہ غیر معمولی دخل حاصل ہے، جنہیں مرکزی انجمن کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب چودھویں صدی کے مجددِ اعظم قرار دیتے ہیں۔ شیخ الہندؒ کے ترجمۂ قرآن جس پر حواشی کا بڑا حصہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مرتب کردہ ہے، قرآن کے مفہوم و مدلول کی وضاحت کے ضمن میں ایک کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ شیخ الہندؒ نے امت کے زوال کے اسباب میں سے اہم ترین سبب قرآن سے دوری کو قرار دیا تھا اور اس کے علاج کے طور پر عوامی درسِ قرآن کے انعقاد پر خصوصی زور دیا تھا۔ بحمداللہ مرکزی انجمن خدام القرآن حضرت شیخ الہند کی تشخیص کے مطابق امت کے علاج کے لیے سرگرمِ عمل ہے کہ حکیم الامت علامہ اقبال کی تشخیص بھی یہی تھی کہ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!